ڈاکٹر اسد فیض

ایسوسی ایٹ پروفیسر

اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز،

سیکٹر F-10/3 اسلام آباد (پاکستان)

منٹو کی ایک نادرو نایاب تحریر

Manto is acknowledged as one of the famous literary figures in Urdu literature. His essay, "Impact of French Revolution on Art" which could not be published due to unknown reasons, was explored in an Indian literary manager, October 1935.

This essay candidly reveals Manto's keen interest in the literary translations plus his intellectual evolution. It also shows Manto's creative flow and how far is important, affiliation with the attachment with literature and literary discourse for the intellectual development of a writer.

برصغیر میں تیس کی دہائی میں ادب میں تراجم کا سرگرم دور تھا۔ادبی جرائد کے صفحات غیر ملکی افسانوں، نظموں اور نثری تحریروں کے تراجم سے اَٹے پڑے تھے۔ایسے میں برصغیر کے طول وعرض میں جن ادیبوں نے لکھنے کا آغاز کیا وہ ابتدا میں تراجم کی طرف متوجہ ہوئے۔ان لکھنے والوں میں اردو افسانہ کے منفرد فنکار سعادت حسن منٹو بھی تھے۔جنہوں نے لکھنے کی ابتدا صحیح معنوں میں تراجم سے کی اور ان کا پہلا قابل ذکر کام فرانسیسی ادیب وکٹر ہیوگو کی کتاب کا ''سرگذشت اسیر'' کے نام سے ترجمہ ہے جو اگست ۱۹۳۳ میں اردو بک سٹال لاہور کے زیر اہتمام چھپ کر منظر عام پر آیا۔منٹو نے بعد ازاں وکٹر ہیوگو کے ایک افسانہ کا ترجمہ بھی ''ماہی گیر'' کے عنوان سے کیا۔البتہ منٹو کا پہلا مضمون ''میکسم گورکی۔ملت احمر کا مایہ ناز مفکر'' رسالہ ہمایوں لاہور کے دسمبر ۱۹۳۴ کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔یوں منٹو کی مضمون نگاری کا آغاز دسمبر ۱۹۳۴ میں ہوا۔اس سے قبل وہ مساوات امرتسر کے لئے فلم پر تبصرہ بھی تحریر کر چکے تھے۔ترجمہ نگاری کے ذوق اور مہارت نے منٹو کو مضمون نویسی کی طرف راغب کیا۔منٹو نے اس سے آگے بڑھ کر مئی ۱۹۳۵ میں عالمگیر لاہور کا روسی ادب نمبر اور ستمبر ۱۹۳۵ میں ماہنامہ ہمایوں لاہور کا فرانسیسی ادب نمبر مرتب کیا۔جس میں منٹو کے تراجم بھی شائع ہوئے۔منٹو کے مضامین کی پہلی کتاب ''منٹو کے مضامین'' مکتبہ اردو لاہور سے ۱۹۴۲ میں شائع ہوئی۔اس میں اٹھارہ مضامین شامل اشاعت تھے۔

اس تحریر میں منٹو کے ایک مضمون کا تعارف کرانا مقصود ہے۔جو ''انقلاب فرانس کا آرٹ پر اثر'' کے عنوان سے آگرہ کے جریدہ ماہ نامہ ''کنول'' میں ماہ اکتوبر ۱۹۳۵ (جلد ا شمارہ ۴) کے شمارہ میں صفحہ ۳۲ سے ۳۳ پر شائع ہوا۔اِس مضمون کا مکمل متن اور تذکرہ منٹو کی کتابوں میں موجود نہیں۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تحریر حوادث زمانہ سے متذکرہ جریدہ کے

صفحات پر ہی پوشیدہ رہی۔ ہندوستان اور ہمارے ہاں جرائد کی تاریخ وتفصیل سے متعلق شائع ہونے والی کتب میں بھی ''کنول'' کا تذکرہ نہیں ملتا۔تیس کی دہائی میں لاہور کی طرح ہندوستان میں آگرہ، دہلی اور لکھنو اردو زبان کے مرکز خیال کئے جاتے تھے

قیاس ہے کہ ماہنامہ کنول کا آگرہ سے اجرا ۱۹۳۵ میں عمل میں آیا(۱)اس کے مدیر منظر صدیقی اکبرآبادی (۱۹۰۹۔۱۹۷۱) تھے۔وہ سیماب اکبرآبادی کے فرزندِ اکبر تھے۔علامہ سیماب اکبرآبادی (۱۸۸۰۔۱۹۵۱) کا شمار علامہ اقبال کے بعد ہندوستان کے مقبول شعرا میں ہوتا ہے۔اُن کے خاندان نے ہندوستان میں ادبی جرائد کی ایک الگ اور منفرد تاریخ مرتب کی ہے۔۱۹۲۳ میں انہوں نے آگرہ سے ایک جریدہ ''پیمانہ'' جاری کیا جو ۱۹۲۵ تک شائع ہوتا رہا پھر ۱۹۲۹ میں ہفتہ وار ''تاج'' کی اشاعت کا ڈول ڈالا۔۱۹۳۰ میں آگرہ سے پندرہ روزہ شاعر کی طباعت کا آغاز کیا جو بعد ازاں ماہنامہ ہو کر ممبئی سے تاحال شائع ہو رہا ہے۔''کنول'' بھی سیماب خاندان کی ادبی وصحافتی کاوشوں کا نتیجہ تھا۔یہ مضمون جو انقلاب فرانس سے قبل اور مابعد فرانس میں مصوری کے آغاز وارتقا پر روشنی ڈالتا ہے۔منٹو کی آرٹ سے دلچسپی اور وابستگی کا بھی مظہر ہے۔اس شمارے میں منٹو کے ایک اور بچپن کے ساتھی ابوسعید قریشی کے روسی شاعری کے تراجم بھی صفحہ ۵۵۔۵۶ پر ''دعوت روح، بادام کے درخت، خزاں کا منظر شائع ہوئے ہیں۔اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ تحریریں منٹو اور ابوسعید قریشی نے براہ راست مدیر کو اشاعت کے لئے بھجوائی ہونگی۔

انقلاب فرانس کا آرٹ پر اثر

فرانس کے مصوروں پر انقلاب فرانس کا اثر معلوم کرنے کے لئے اٹھارویں صدی کی مصوری پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا ازبس ضروری ہے۔فرانسیسی اکاڈیمی جس کا سنگ بنیاد ۱۶۴۸ء میں رکھا گیا تھا اور جس کی غرض وغائت آرٹ کی پرورش اور نشر واشاعت تھی اب ایک منظّم جماعت میں تبدیل ہو کر تباہ کن طریقے پر مظالم برپا کر رہی تھی۔ان صناعوں کو جو اکاڈمی کے ممبر نہ تھے اپنے کاموں کی عوام میں نمائش کرنے کی اجازت نہ تھی اور اکاڈمی کے ممبروں کو بھی دوسری جگہ اپنی تخلیق کردہ چیزیں پیش کرنے کی ممانعت تھی۔اُن میں سے ایک سیرس نامی مصور واقعی اس بنا پر اکاڈمی سے باہر نکالدیا گیا تھا کہ اُس نے اپنی ایک تصویر (The Poet of Marsilles) کو روپیہ پیدا کرنے کی خاطر آزادانہ عوام میں پیش کیا تھا ۔عام لوگوں کے لئے اکاڈمی نے صرف یہ رعایت رکھی تھی کہ سال میں ایک بار اُس کے دروازے اُن پر کھلتے تھے۔قدیم بادشاہت کے زیر عہد آخری نمائش میں جو ۱۷۸۹ء میں منعقد کی گئی، صرف تین سو پچاس تصاویر جمع ہوسکیں۔۱۷۹۱ء میں نیشنل اسمبلی نے اعلان کیا کہ نمائش کے دروازے ہر صناع کیلئے کھلے ہیں خواہ وہ فرانسیسی ہو یا غیر ملکی یہ نمائش (Loure) میں منعقد ہوئی اور اس میں ۷۹۴ تصاویر پیش ہوئیں ''عہدِ خطر'' ۱۷۹۳ء کے دوران میں ایک ہزار سے زائد تصاویر کی نمائش کی گئی۔۱۷۹۵ میں نمائش کردہ تصویروں کی تعداد تین ہزار سے زیادہ ہوگئی تھی ان اعداد وشمار سے ظاہر ہے کہ

فرانسیسی انقلاب نے مصوروں کو اپنی تصاویر کی نمائش کرنے کی عام اجازت دیدی تھی۔ اس کے علاوہ سلطنت کی مالی حالت کو نظر انداز کرتے ہوئے انقلابی حکومت نے ۴۴۲۰۰۰ فرانک کی ایک رقم خطیر صناعوں کی قدر افزائی کے لئے وقف کر دی۔ یہ رقم ہر سال انعاموں کی صورت میں تقسیم کیجاتی تھی۔ اب عجائب خانوں کا انتظام ایک باقاعدہ جماعت کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ ۲۷ جولائی ۱۷۹۳ کو اسمبلی نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ (Loure) میں ایک نگار خانہ قائم کرنا چاہئیے اور یہ کہ صنعت کے وہ خزانے جو پادشاہی محلوں، خانقاہوں اور امراء کے محلوں میں بکھرے پڑے تھے اس جگہ اکٹھے کرنے چاہئیں۔ اسمبلی کے اسی اجلاس میں ایک لاکھ فرانک کی رقم آرٹ سے متعلق اشیا کی خرید کے لئے منظور کی گئی۔ جب ملک کے کچھ حصوں میں جاہل اور وحشی لوگوں کا ایک گروہ قیمتی مقبروں، کتب خانوں اور آرٹ کے خزانوں کو تباہ و برباد کر رہا تھا۔ انقلاب کے قائد فنون لطیفہ اور قدیم عمارات کی نگہداشت کے لئے اپنا اضطراب ظاہر کر رہے تھے گو انقلاب نے حتی الامکان ہم عصر آرٹ کی نشر و اشاعت اور قدیم آرٹ کے نمونوں کو محفوظ و مامون رکھنے کی سعی کی مگر وہ صحیح معنوں میں سنگتراشی یا مصوری کا بہترین فن کار پیدا نہ کر سکا۔ ہم اس مضطرب زمانے کے آرٹ میں ایک حیوانی قوت اور حقیقت کی موجودگی کا تصور کر سکتے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ فرانس کے اس انقلابی دور کی تمام تصاویر سرد ہیں اور ان میں سب سے زیادہ نقص یہ ہے کہ وہ تمام کی تمام بے روح ہیں۔

انگلستان کے آرٹ میں مسرت خیز رومانیت کا عنصر غالب نظر آتا ہے مگر انقلابی فرانس کے مذاق کا رجحان زیادہ تر قدیم مصوری کی طرف تھا۔ وہ قوم جو اپنے حقیقی آرٹ کی رفتہ خوبیوں کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتی تھی قدرتی طور پر اسی کی طرف مائل ہونا چاہئیے تھی اور جیسا کہ سیاسیات میں اسکی نگاہ، ایتھنز کی بجائے روما پر تھی، اس کے پیش نظر قدیم مصوری روما ہی سے متعلق تھی۔ وہ شخص جس نے فرانسیسی مصوری کا رخ ایک نئی سمت بدل دیا جیکوئس لوئی ڈیوڈ تھا جو مشہور مصور بوشر (Bausher) کا شاگرد ہونیکے علاوہ اس کا رشتے دار بھی تھا بوشر کی شاگردی چھوڑ کر وہ دائین (۱۸۰۹-۱۷۱۶) کا شاگرد ہو گیا۔ جس کے ہمراہ وہ روما گیا۔ اس وقت دئین کو اس شہر میں فرانسیسی اکاڈیمی کا ڈائریکٹر مقرر کر دیا گیا۔ روما میں ڈیوڈ عہد عتیق کی مصوری کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا اور اسی کے تتبع میں تصاویر تیار کرنا شروع کیں جنہیں پیرس کی نمائش میں اچھی کامیابی نصیب ہوئی۔ انقلاب کے زمانے میں ڈیوڈ، رابس پیڑی کا مداح ہو گیا اور گورا بس پیڑی کی شکست کے بعد اس کی جان خطرے میں تھی مگر اس نے عہد خطر کے اختتام تک اپنے آپ کو کمال ہوشیاری سے بچائے رکھا اس عرصے میں وہ سیاسیات کو برطرف کر کے بڑے انہاک سے آرٹ کی خدمت میں مصروف رہا۔ جب پادشاہی اکادمی کی مسمار شدہ عمارات پر فرانسیسی ادارہ قائم ہوا تو ڈیوڈ کو فنون لطیفہ کے شعبے کا رکن مقرر کیا گیا اور دوسرے ممبروں کے انتخاب کا نازک کام بھی اُسی کے سپرد کیا گیا۔ اب فرانسیسی آرٹ میں ڈیوڈ کا رتبہ بہت بلند ہو گیا۔ دیگر انقلابیوں کی طرح ڈیوڈ بھی فرسٹ کونسل کی استعداد سے بہت متاثر ہوا اس کے نزدیک وہی جدید رومنوں کا مناسب سیزر تھا۔ ایک روز جبکہ وہ بونا پارٹ کی

تصویر تیار کرنے میں مشغول تھا اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا ''یہ وہ انسان ہے، جس کے لئے ازمنہ قدیم میں قربان گاہیں تیار کی جاتیں۔ہاں بونا پارٹ ایک ہیرو ہے'' مگر ڈیوڈ اپنے ہیرو کی تصویر مکمل نہ کرسکا اس لئے کہ نپولین طویل نشستوں سے بہت گھبراتا تھا۔اس کے علاوہ اُسے تصویر کے صحیح نقوش کے متعلق کوئی خاص خیال نہ تھا۔وہ اگر مصور سے کسی چیز کا طالب تھا تو وہ یہ تھی کہ اس کی بنی ہوئی تصویر عوام کی پسندیدگی حاصل کرسکے چنانچہ ڈیوڈ نے اس کے مذاق کے مطابق چند ایسی تصویریں تیار کیں جن میں بونا پارٹ ایلپس کو طے کرتے ہوئے اور اپنی فوج میں ''عقاب'' تقسیم کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے گویا یہ تصاویر ڈرائنگ کے لحاظ سے بالکل صحیح ہیں مگر دیگر فنی خوبیاں ان میں مفقود ہیں۔

ڈیوڈ کی شاہکار تصاویر چند (Portraits) ہیں جن میں زیادہ قوت اور زندگی موجود ہے ان کی تیار کردہ تصاویر میں ''مادام ری کمییَر'' کو ایک خاص رتبہ حاصل ہے گو یہ تصویر مصور کے نزدیک مصوری کا ایک ادنی وحقیر نمونہ تھی اور وہ ایک مرتبہ اُسے تلف کرنے پر بھی آمادہ ہوگیا تھا دراصل معاملہ یہ تھا کہ ''مادام ری کمییَر'' اپنی تصویر کو نامکمل چھوڑ کر ڈیوڈ کے ایک شاگرد کے پاس چلی گئی جوان دنوں مصوری میں اچھا نام پیدا کر چکا تھا۔اس واقعہ کے چند سال بعد ڈیوڈ کے شاگرد کی عامیانہ مصوری سے متنفر ہوکر مادام ری کمییَر ایک بار پھر ڈیوڈ کے پاس آئی اور اس سے استدعا کی کہ وہ اس کی تصویر کو مکمل کردے مگر مصور نے یہ کہہ کر اس کی درخواست ٹھکرادی ''مادام'' مصوروں کا مزاج بھی عورتوں کی طرح تغیر پسند ہوتا ہے ۔اس تصویر کو نامکمل حالت ہی میں رہنے دیجئے''

واٹرلو کے بعد ڈیوڈ کوج نے انقلاب میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا تھا ۱۸۱۶ء میں فرانس سے جلاوطن کردیا گیا چونکہ اُسے اپنی خواہش کے مطابق روما میں جانے کی اجازت نہ تھی۔اس لئے وہ بروسلز میں اقامت پزیر ہوگیا۔اسی جگہ ۱۸۲۵ء میں اس کی وفات ہوئی۔جلاوطنی کے ایام میں بھی ڈیوڈ کو اپنے سکول کا امام تسلیم کیا جاتا تھا۔یورپ ڈیوڈ اور اس کے شاگرد مصوروں کا مرہون منت ہے کہ انھوں نے قدیم مصوری کو حیات نو بخشی۔اس زمانے کے مصوروں میں مادام الزبتھ لوئی لی برن کافی امتیاز رکھتی ہے اس کے علاوہ گروس، انگریس اور گویا بھی بہت مشہور ہیں جن کی تخلیق کردہ تصاویر آج تک قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔

حواشی

۱۔ ماہ نامہ کنول آگرہ کے متذکرہ شمارہ پر جلد ا شمارہ ۴ پر درج ہے۔اس لئے یہ قیاس ہے کہ یہ جریدہ جولائی ۱۹۳۵ میں چھپنا شروع ہوا

علمی ادبی اور تنقیدی مصور ماہنامہ

مشعلوں کو جب بجھا دے گی ہوا آفاق میں
"یہ کنول" روشن رہیگا آندھیوں کے طاق میں
(جوش)

सालार जंग संग्रहालय
SALARJUNG LIBRARY
Acct. No
Call. No
Sub

کنول

ادارہ

منظر صدیقی اکبرآبادی
مہرلال ضیا ایم اے

قیمت سالانہ
۳ ے
ذریعہ وی۔ پی
۳/۴ ے

ممالک غیر سے
۶ شلنگ
فی پرچہ
۵ ؍

مرکزِ اشاعت آگرہ

٥

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

تصاویر:۔ (۱) حضرتِ مولانا نیاز فتحپوری ایڈیٹر نگار ۔۔۔ (۲) نوعروس ۔۔۔ (۳) اُڑتی ہے شرابِ پھول بنکر

جلد ۱	کنول اکتوبر ۱۹۳۵ء	نمبر ۴

نمبر شمار	عنوانات	ناظم یا ناثر	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	ناظم یا ناثر	صفحہ
۱	صفحۂ تعارف	ایڈیٹر	۵	۱۵	انقلابِ فرانس کا آرٹ پر اثر	حضرتِ سعادت حسن منٹو	۳۲
۲	کنول معاصرین کی نگاہ میں	معاصرینِ کنول	۶	۱۶	نوعروس (نظم)	حضرتِ جوش ملیح آبادی	۳۴
۳	شذرات	ایڈیٹر	۹	۱۷	ناثرینِ اردو	حضرتِ لطیف الدین احمد اکبرآبادی	۳۵
۴	مرکزِ اردو	ابوالفاضل حضرتِ راز چاندپوری	۱۱	۱۸	اے گل (نظم)	حضرتِ مولانا نادر کاکوروی	۳۹
۵	تاثرات (غزل)	حضرتِ ساغر نظامی مدیر ایشیا	۱۴	۱۹	جنتِ کشمیر کی سیر	حضرتِ محمد عبدالشکور خاں اکبرآبادی بی اے	۴۰
۶	شعر و حکمت (رباعیاں)	حضرتِ جوش ملیح آبادی	۱۵	۲۰	قرطاس (فسانہ)	حضرتِ لطیف الدین احمد اکبرآبادی	۴۳
۷	نواب ظہیر الدولہ وزیرِ اودھ	حضرتِ خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی	۱۶	۲۱	داغِ جگر (غزل)	حضرتِ جگر مرادآبادی	۵۱
۸	جمشیدی و فغفوری (غزل)	حضرتِ ابوالہدیٰ سید زرمی بھوپالی	۱۸	۲۲	تحقیقِ زبان و ادب	حضرتِ مولانا تپش امروہوی	۵۲
۹	چینی نقاشی	مہرلال ضیا فتح آبادی ایم۔اے	۱۹	۲۳	اے دوست (رباعیاں)	حضرتِ شاہد صدیقی اکبرآبادی	۵۴
۱۰	دل ہے کہ جبیں ہے (غزل)	حضرتِ رعنا اکبرآبادی	۲۱	۲۴	دعوتِ روح (روسی نظمیں)	حضرتِ ابوسعید قریشی	۵۵
۱۱	دل کا شوالہ سونا پڑا ہے (نظم)	ایڈیٹر	۲۲	۲۵	طرزِ نگارش	ایڈیٹر	۵۸
۱۲	انصاف پسند جج (فسانہ)	حضرتِ دریا انصاری جیوری	۲۳	۲۶	جان کیٹس کے دو خط	حضرتِ نسیمی تنائی	۶۰
۱۳	روح کا پیمانہ (نظم)	مہرلال ضیا فتح آبادی ایم۔اے	۲۸	۲۷	معلومات	ادارہ	۶۱
۱۴	چنا کی آخری چنگاری (فسانہ)	ایڈیٹر	۲۸	۲۸	یوپی میں اردو	حضرتِ انتظام اللہ الشہابی اکبرآبادی	۱۱-۱۴

ہونیکے علاوہ اُسکا رشتہ دار بھی تھا بوشر کی شاگردی چھوڑ کر وہ ڈیین (١٨٠٩-١٧١٦) کا شاگرد ہوگیا۔ جبکی عمر پانچ برس زیادہ رہا گیا۔ اسوقت ڈیین کو اس شہر میں فرانسیسی اکاڈیمی کا ڈائرکٹر مقرر کر دیا گیا۔

روما میں ڈیوڈ عہدِ عتیق کی مصوری کے مطالعے میں مصروف ہوگیا اور اسی کے تتبع میں تصاویر تیار کرنا شروع کیں۔ جنھیں پیرس کی نمائش میں اچھی کامیابی نصیب ہوئی۔ انقلاب کے زمانے میں ڈیوڈ، رابس پئیری کا مداح ہوگیا اور گو رابس پئیری کی شکست کے بعد اس کی جان خطرے میں تھی مگر اس نے عہدِ خطر کے اختتام تک اپنے آپ کو کمال ہوشیاری سے بچائے رکھا۔ اس عرصے میں سیاسیات کو برطرف کرکے بڑے انہماک سے آرٹ کی خدمت میں مصروف رہا۔

جب بادشاہی اکاڈمی کی مسمار شدہ عمارات پر فرانسیسی ادارہ، قائم ہوا تو ڈیوڈ کو فنونِ لطیفہ کے شعبے کا رکن مقرر کیا گیا اور دوسرے ممبروں کے انتخاب کا نازک کام بھی اُسی کے سپرد کیا گیا۔ اب فرانسیسی آرٹ میں ڈیوڈ کا رتبہ بہت بلند ہوگیا۔

دیگر انقلابیوں کیطرح ڈیوڈ بھی "فرسٹ کونسل" کی استعداد سے بہت متاثر ہوا اسکے نزدیک یہی جدید رومنوں کا مناسب سیزر تھا۔ ایک روز جبکہ وہ بونا پارٹ کی تصویر تیار کرنے میں مشغول تھا اس نے اپنے شاگردوں سے کہا "یہ وہ انسان ہے، جس کے لئے ازمنۂ قدیم میں قربانگاہیں تیار کیجاتیں ــــ ہاں بونا پارٹ ایک ہیرو ہے"۔ مگر ڈیوڈ اپنے ہیرو کی تصویر مکمل نہ کرسکا اس لئے کہ نپولین طویل نشستوں سے بہت گھبراتا تھا۔ اسکے علاوہ اُسے تصویر کے صحیح نقوش کے متعلق کوئی خاص خیال نہ تھا۔ وہ اگر مصور سے کسی چیز کا طالب تھا تو وہ یہ تھی کہ اسکی بنی ہوئی تصویر عوام کی پسندیدگی حاصل کرسکے۔ چنانچہ ڈیوڈ نے اسکے مذاق کے مطابق چند ایسی تصویریں تیار کیں جن میں بونا پارٹ ایلپس کو طے کرتے ہوئے اور اپنی فوج میں "عقاب" تقسیم کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ گویا یہ تصاویر ڈرائنگ کے لحاظ سے بالکل صحیح ہیں مگر دیگر فنی خوبیاں ان میں مفقود ہیں۔

ڈیوڈ کی شاہکار تصاویر چند ([illegible]) ہیں جنھیں زیادہ قوت اور زندگی موجود ہے انکی تیار کردہ تصاویر میں "مادام ری کیمیر" کو ایک خاص رتبہ حاصل ہے۔ گو یہ تصویر مصور کے نزدیک مصوری کا ایک ادنیٰ و حقیر نمونہ تھی اور وہ ایک مرتبہ اُسے تلف کرنے پر بھی آمادہ ہوگیا تھا۔ دراصل معاملہ یہ تھا کہ "مادام ری کیمیر" اپنی تصویر کو نامکمل چھوڑ کر ڈیوڈ کے ایک شاگرد کے پاس چلی گئی جو ان دنوں مصوری میں اچھا نام پیدا کرچکا تھا۔ اس واقعہ کے چند سال بعد ڈیوڈ کے شاگرد کی عامیانہ مصوری سے متنفر ہو کر مادام ری کیمیر ایکبار پھر ڈیوڈ کے پاس آئی اور اُس سے استدعا کی کہ وہ اس کی تصویر کو مکمل کرے مگر مصور نے یہ کہہ کر اس کی درخواست ٹھکرا دی "مادام، مصوروں کا مزاج بھی عورتوں کی طرح تغیر پسند ہوتا ہے ــــ اس تصویر کو نامکمل حالت ہی میں رہنے دیجئے"۔

واٹرلو کے بعد ڈیوڈ کو جسنے انقلاب میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا تھا ١٨١٦ء میں فرانس سے جلاوطن کر دیا گیا۔ چونکہ اُسے اپنی خواہش کے مطابق روما میں جانے کی اجازت نہ تھی اس لئے وہ بروسلز میں اقامت پذیر ہوگیا۔ اسی جگہ ١٨٢٥ء میں اس کی وفات ہوئی۔

جلاوطنی کے ایام میں بھی ڈیوڈ کو اپنے اسکول کا امام تسلیم کیا جاتا تھا۔ یورپ ڈیوڈ اور اُس کے شاگرد مصوروں کا مرہونِ منت ہے کہ اُنھوں نے قدیم مصوری کو حیاتِ نو بخشی۔

اس زمانے کے مصوروں میں مادام الزبتھ لوئی لی برن کافی امتیاز رکھتی ہے اسکے علاوہ گروس، انگریس، اور گویا بھی بہت مشہور ہیں جن کی تخلیق کردہ تصاویر آج تک قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔

سعادت حسن منٹو